مُلّا صدرا

ایک بزرگ ایرانی فلسفی کا تعارف

محمد عبد الحق ـــ فیلو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

محمد بن ابراہیم شیرازی ملقب بہ صدر الدین شیرازی ۹۷۹ھ یا ۹۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ عام طور پر انہیں ملا صدرا یا صدر المتألہین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے والد ایک با اثر اور مالدار شخص تھے۔ انھوں نے اپنے ذہین و یگانہ بیٹے ملا صدرا کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں کوئی امکانی کوشش باقی نہ چھوڑی۔ ملا صدرا بچپن ہی سے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا ثبوت دیتے رہے۔ اس زمانہ میں ایران کا پایۂ تخت شہر اصفہان تھا اور وہی علمی مرکز بھی تھا۔ چنانچہ ملک کے نامور علماء و دانشمند وہاں آباد ہو جاتے تھے۔ ملا صدرا نے بھی علم و معرفت حاصل کرنے کے لئے شیراز سے اصفہان کا رخ کیا۔ اس زمانہ میں صفوی بادشاہوں کی تشویق کی وجہ سے بہت سے مدرسوں کی تاسیس ہوتی تھی جہاں علماء و اساتذہ مختلف علوم و فنون کی تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ملا صدرا نے سب سے پہلے شیخ بہاء الدین عاملی سے کہ شیخ بہائی کے نام سے مشہور ہیں علوم نقلی کی تحصیل کی اور ان سے اجازت حاصل کر کے درجۂ اجتہاد سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں ملا صدرا نے مشہور فیلسوف میر داماد کی شاگردی اختیار کی، اور چند سال اُن کی خدمت میں رہ کر علم حکمت و فلسفہ سے واقفیت کامل حاصل کی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس دوران ملا صدرا نے میر ابو القاسم فندرسکی سے جو اس زمانہ کے ایک نامور عارف و زاہد اور بے نظیر ریاضی دان تھے کسب فیض و معرفت کیا ہو گا۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد ملا صدرا نے بعض وجوہ کی بنا پر اصفہان کو الوداع کہا اور شہر قم کے نزدیک کہک نام کے ایک گاؤں میں اقامت پذیر ہو گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ملا صدرا عرفان و سیر و سلوک میں بڑا انہماک رکھتے تھے جو بعض علماء ظاہر بین سے ان کی عداوت کا سبب بن گیا۔ علاوہ اُن کی افتادِ طبع اور جذب دروں کا بھی تقاضا تھا کہ وہ انسانوں کے شور و شغب اور کاروباری

ہنگاموں نیز علماء کے قیل و قال اور بحث و جدال سے محفوظ ہو کر اطمینان سے تزکیۂ نفس و ریاضت و مشاہدات میں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ سات سال کی پیہم ریاضت کے بعد آپ مقام علم حضوری و علم لدنیّ سے مشرف ہوئے۔

رفتہ رفتہ آپ کی شہرت اطرافِ عالم میں پھیلنے لگی۔ اور طالبان حکمت و عشّاق معرفت کسب فیض کے لئے اُن کی درگاہ میں ہجوم کرنے لگے۔ اسی اثناء میں فارس کے حاکم اللہ وردی خان نے شیراز میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور مُلّا صدرا کو اپنے وطن میں واپس آکر تعلیم و تدریس کی دعوت دی۔ بادشاہ وقت شاہ عباس ثانی کے حکم سے مُلّا صدرا نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور شیراز لوٹ آئے۔ چنانچہ ان کے زیر نگرانی مدرسہ اللہ وردی خان معروف بہ مدرسہ خان ایران کا اہم علمی مرکز بن گیا تھا۔ آخوند مُلّا صدرا پایان زندگی تک ہمیشہ تالیف و تدریس میں مشغول رہے۔ آپ نے سات بار پیدل حج کیلئے خانہ کعبہ کا سفر کیا اور ساتویں آخری سفر حج سے واپسی میں شہر بصرہ پہنچنے پر ۱۰۵۰ھ میں دُنیا سے رحلت فرمائی۔

مُلّا صدرا کی زندگی کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل شیراز و اصفہان میں مرحلہ تحصیل علوم اور بحث و مطالعہ کتب قدیم۔ دوم کہک میں تزکیہ نفس و ریاضت باطنی۔ سوم شیراز میں تالیف و تدریس کا دَور۔ اس آخری دَور میں اُنھوں نے بہت سے عالی قدر شاگرد تیار کئے جن میں مُلّا محسن فیض کاشانی اور مولانا عبدالرزاق لاہیجی بہت مشہور رہیں۔

آثار و تالیفات مُلّا صدرا

مُلّا صدرا کی ہر کتاب بذات خود ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُنھوں نے تقریباً ۴۲ رسائل اپنی یادگار چھوڑے جن میں ایک کتاب کے سوا جو زبان فارسی میں ہے بقیہ تمام زبان عربی لکھی گئی ہیں۔ ہم ان کی تالیفات کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اوّلاً۔ وہ تصانیف حکمت و عرفان اور علوم عقلیہ سے بحث کی گئی ہے۔ دوم وہ کتابیں جو دینی علوم و علوم نقلیہ کے متعلق ہیں۔ ذیل میں آثار ملا صدرا کی ترتیب وار کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں

الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار الاربعۃ العقلیہ۔

۲۔ الشواهد الربوبیه فی مناهج السلوکیه

۳۔ المبدأ والمعاد

۴۔ الحکمة العرشیه

۵۔ حاشیه فی شرح حکمة الاشراق

۶۔ شرح الهدایة الاثیریه

۷۔ حاشیه بر الٰهیات شفاء

۸۔ رساله سه اصل

۹۔ اکسیر العارفین ۔

۱۰۔ الواردات القلبیه

۱۱۔ فی سریان الوجود

۱۲۔ فی القضاء والقدر

۱۳۔ فی اتصاف الماهیة بالوجود ۔

۱۴۔ فی الحشر

۱۵۔ فی اتحاد العاقل والمعقول ۔

حکمت و عرفان کے سلسلہ میں ملا صدرا کے عقیدہ کا ماخذ و منبع

اکثر غیر ایرانی مورخین و محققین کا دعویٰ ہے کہ اسلامی ممالک میں حکمت و فلسفہ کا آغاز یعقوب الکندی سے ہوا۔ فارابی اور ابن سینا نے اسے کمال تک پہنچایا۔ پھر امام غزالی کی فلسفہ پر سخت تنقید نے فلسفہ کے دور انحطاط کا آغاز کیا حتیٰ کہ چھٹی صدی ہجری کے بعد فلسفہ و حکمت ہمیشہ کے لئے دنیائے اسلام سے نابود ہو گئے لیکن یہ دعویٰ بوجوہ درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی کے انتقاد کے بعد تمام ممالک اسلامیہ سے فلسفہ آہستہ آہستہ ختم ہو گیا لیکن ایران میں اس کا چرچا جاری رہا۔ چھٹی صدی ہجری میں شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی المقتول نے ایران میں مکتب اشراق کی داغ بیل ڈال کر ملا صدرا کے لئے راہ ہموار کر دی تھی۔

چھٹی صدی ہجری کے بعد اسلامی دنیا معنوی و فکری حیثیت سے ایک طرف تو حکماء اشراق کے افکار سے متاثر تھی اور دوسری طرف شیخ اکبر ابن عربی کے فیض عرفان سے متاثر تھی - اسی فضا میں فلسفہ مشائی بتدریج حکمت اشراق کے ساتھ اتحاد معنوی پیدا کر رہا تھا اور دوسری طرف شیخ اکبر کے عرفان نظری کے ساتھ گھل مل رہا تھا جس کے نتیجہ میں ایک ایسی علمی و معنوی فضا پیدا ہوئی جس نے ملا صدرا جیسی مقدس شخصیت کے ظہور کے لئے تمہید کا کام کیا - چھٹی تا نویں صدی ہجری بہت سے بزرگان حکمت و فلسفہ گذرے جن میں خواجہ نصیر الدین طوسی - قطب الدین شیرازی - قطب الدین رازی - خواجہ غیاث الدین منصور شیرازی - میر سید شریف جرجانی اور جلال الدین دوانی کو بڑا مرتبہ حاصل ہوا - ان حکماء و علماء نے حکمت و فلسفہ کو ترقی دینے کے لئے ہر امکانی کوشش کی - ان کے علاوہ بعض بڑے عرفا بھی اسی دور میں گزر چکے تھے جن میں سید حیدر آملی - رجب برسی - ابن ترکہ اصفہانی اور ابن ابی جمہور احسائی قابل ذکر ہیں - ان حضرات نے شرع و عرفان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی بہت کوشش جاری رکھی - اگرچہ اس میدان میں کام کرنے والے حکماء و عرفاء میں سے اکثر تاریخ حکمت اسلام میں جگہ نہ پاسکے تاہم ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے - اور ملا صدرا کا مقام معلوم کرنے کے لئے ان بزرگوں کے افکار سے واقفیت ضروری ہے -

تاریخی نقطۂ نظر سے ملا صدرا کے افکار کے منبع و ماخذ کو چار اساسی اصولوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

۱ - فلسفہ بوعلی سینا - فلسفہ ارسطو و افلاطونیان جدید -

۲ - حکمت اشراق شیخ شہاب الدین سہروردی -

۳ - عرفان مکتب ابن عربی -

۴ - قرآن مجید و احادیث نبویہ و اقوال ائمہ و بزرگان دین اسلام -

ملا صدرا نے یونانی حکمت کو حکمت ایمان سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اسے قرآن و احادیث نبویہ کے سانچے میں ڈھالا - اور ہر مشکل مسئلہ کو آیات قرآن اور احادیث نبویہ کی مدد سے حل کیا - ملا صدرا کی انفرادیت و نابغیت اس بات میں ہے کہ انہوں نے شرع و فلسفہ اور استدلال و عرفان کے درمیان عدیم النظیر پیوندکاری کی - ان سے پہلے کوئی اس قسم کی تلفیق میں وہ کامیابی حاصل نہ کرسکا تھا - الکندی - فارابی - اخوان صفا - ابن سینا - ابو سلیمان سجستانی - راغب اصفہانی - شیخ اشراق وغیرہ

جلیل القدر بزرگوں نے بہت کوششیں کیں کہ دین اور فلسفہ کے درمیان یہ تلفیق و اتحاد پیدا کریں لیکن ملاّ صدرا کی سی مکمل کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ ملاّ صدرا کے بعد ان کے شاگردان رشید بھی اس مہم میں اپنے استاذ کے قدم بقدم چلے اور تا امروز انہوں نے مکتب ملاّ صدرا کو ایران میں زندہ رکھا۔ ان کے شاگردوں اور متبعین میں سے مندرجہ ذیل بزرگوں کو شہرت حاصل ہوئی:

قاضی سعید قمی۔ ملاّ علی نوری۔ آقا علی زنوزی۔ آقا محمد بید آبادی۔ آغا محمد رضا قمشہ۔ ملاّ محسن فیض اور حاجی ملاّ ہادی سبزواری۔

فلسفہ و حکمت ملاّ صدرا

ملاّ صدرا کی حکمت چند اصولوں پر مشتمل ہے اور یہی وہ اصول ہیں جو ان کے مکتب کی خصوصیت اور ان کے ابتکار و نبوغ کا مظہر ہیں۔ ان میں سے اہم ترین اصول یہ ہیں:۔

۱۔ اصالت وجود۔ وحدت وجود و تشکیک وجود۔

۲۔ حرکت جوہریہ۔

۳۔ اتحاد عاقل و معقول۔

۴۔ تجرد قوۃ خیالیہ۔

۵۔ معاد جسمانی۔

۶۔ نفس ناطقہ۔

اس مضمون میں ہم صرف پہلی اصل کے بارے میں اجمالی بحث کریں گے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

تمہید فلسفہ یا حکمت کی تعریف کرتے ہوئے ملاّ صدرا نے لکھا ہے کہ حکمت سے مراد یہ ہے کہ موجودات عالم کی حقیقت سے پوری معرفت حاصل کر کے ان کے مبداء و معاد۔ یا علۃ العلل و غایت قصوی یا آغاز و انجام نہائی کو منکشف کیا جائے تاکہ اس علم کے ذریعہ انسان اپنے نفس کے استکمال کو حاصل کر کے نفس مطمئنہ کے درجہ تک پہنچ جائے[1]۔ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے ملاّ صدرا

[1] - اسفار اربعہ۔ سفر اوّل۔ جلد اوّل۔ ص - ۲۰

پہلے آیات قرآن و احادیث نبوی سے مدد لیتے ہیں۔ بعد از اں وہ کشف و مشاہدہ و علم لدنی سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سب سے اخیر میں وہ منطق و استدلال سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے "اسفار اربعہ" کے مقدمہ میں حکمت و فلسفہ کی تعریف کرتے ہوئے آغاز کلام اس آیت کریمہ سے کیا ہے:
"ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا" "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اور جنہیں حکمت عطا کی گئی انہیں بہت بھلائی دی گئی"۔ اس کے بعد ملا صدرا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو نقل کیا۔ "رب ارنا الاشیاء کما ھی"[۵۲] اے پروردگار ہمیں تمام اشیاء جیسی وہ ہیں ویسی ہی دکھلا۔ مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ موجودات جس طرح ہماری آنکھوں میں دکھائی دیتی ہیں، ویسی نہیں بلکہ جس طرح وہ حقیقت میں ہیں۔ یعنی ہمیں وہ نگاہ دروں عطا کیجئے جس سے ہم حقیقت کو دیکھ سکیں۔ کیونکہ ہمارے ظاہری حواس ہمیں حقیقت دکھانے سے قاصر رہتے ہیں۔

اصالت وجود و اعتباریت ماہیت

وجود یک حقیقت واحد و لامتناہی ہے جس کے احاطہ سے کوئی چیز خارج نہیں ہو سکتی، بلکہ ہر چیز اس کے احاطہ میں منغمر ہے۔ وجود کے باہر کوئی چیز نہیں جس کے ذریعہ سے ہم وجود کی تعریف کر سکیں۔ تعریف کا مطلب تو یہی ہوتا ہے کہ ایک چیز کی خصوصیات بیان کر کے اسے دوسری چیز سے ممیز کیا جائے۔ اور چونکہ کوئی ایسی چیز ممکن نہیں جس کی تعریف کے ذریعہ وجود کو اس سے ممتاز و منفک کیا جائے، لہذا وجود تعریف سے برتر ہے۔ بلکہ مشمولیت وجود میں سب چیز مندرج ہے۔ بنا بریں کوئی تعریف وجود کو احاطہ نہیں کرتی کیونکہ اس کی حقیقت لامتناہی ہے۔

پس کوئی منطقی تعریف بھی وجود کے بارے میں جائز نہیں۔ پس وجود نہ کلی ہے نہ جزئی۔ نہ جنس ہے نہ نوع نہ فصل، نہ جوہر نہ عرض۔ بلکہ ان تمام چیزوں سے اعم ہے۔ پس اگر کوئی وجود کی تعریف کرنے کی کوشش کرے تو وہ خطا فاحش کا مرتکب ہوگا۔[۵۳]

وجود کے مقابلہ میں ایک اور چیز ہے جو "ماہیت" کہلاتی ہے یہ عربی "ماہی" سے مشتق ہے۔ "ماہی" یعنی یہ کیا ہے؟ اور یہ سوال ہم اس وقت کر سکتے ہیں جب کوئی وجود ہو۔ اگر وجود ہی نہ ہو تو یہ سوال کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وجود کا درجہ پہلا ہے پس وجود اصیل ہے (PRINCIPAL) اور ماہیت کا درجہ وجود کے بعد ہے کیونکہ وہ ایک امر عرضی و اعتباری (ACCIDENTAL) ہے۔ جب ہم سوال کرتے

۵۲۔ اسفار جلد اول، ص ۲۱۔ ۵۳۔ کتاب المشاعر ص ۴

۔" یہ کیا ہے؟" اور اس کے جواب میں کہا جائے: "یہ درخت ہے اور کوئی چیز نہیں۔" تو معلوم ہوتا
کہ ماہیت محدودیت کو چاہتی ہے۔ یعنی ماہیت وہ امتیازی خصوصیت ہے جو ایک وجود کو دوسرے
وجود سے ممیز ممتاز اور محدود کر دیتی ہے۔ پس ماہیت کو ایک وجود کی حدود (LIMITATIONS)
انتزاع کیا جاتا ہے اور وجود سے غیر منفک و غیر متشخص (INSEPARABLE AND
INDISTINGUISHABL) ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ وجود کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں
حقیقت واحدہ میں جمع کر دیتا ہے یعنی ہر چیز کے پاس وجود ہے اور ہر ایک اس بات میں شریک ہے
سب چیزیں وجود رکھنے میں باہمد گر متفق و متحد ہیں۔ اور ماہیت وہ ہے جو ایک وجود کو دوسرے
جدا اور ممتاز و محدود کرتی ہے پس وجود کا کام اتحاد و شمول و ہمہ گیری ہے اور ماہیت کا کام
افتراق و تحدید۔

وجود کا مفہوم واضح۔ بدیہی اور روشن ترین تصور کا حامل ہے لیکن کنہ حقیقت وجود انتہائی پوشیدہ
ہے۔ وجود ایک حقیقت عینی و لامتناہی ہے۔ عینی سے مراد ذہن سے خارج (OBJECTIVE) ہے۔
حقیقت وجود ہمارے ذہن (SUBJECTIVE) کی محدودیت میں سما نہیں سکتی۔ ایک درخت یا
حیوان کا عکس جو ہمارے حواس کے ذریعہ سے ہمارے ذہن میں منعکس ہوتا ہے وہ حقیقت وجود نہیں
ماہیت ہے یا پھر وہ وجود کا ایک نحو (MODE) ہے۔ چونکہ وجود ایک حقیقت عینی و لامتناہی ہے
ہمارا ذہن اس کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ وجود حقیقی یا وجود
مطلق یا واجب الوجود (ABSOLUTE BEING) خداوند تعالیٰ ہیں کہ سب حیثیت سے لامتناہی
تمام قیود و تعین (DETERMINATION) و شرائط سے برتر و منزہ ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا
ان کی تعریف ممکن نہیں۔ پس خداوند تعالیٰ چونکہ وجود مطلق ہیں لہٰذا بطریق اولیٰ ہر تعریف
(DEFINITIO) سے برتر مبرا ہیں (لیس کمثلہ شیئ) نیز ماہیت وجود کی محدودیت کا ظہور ہے
چونکہ وجود خداوند مطلق ہے۔ لہٰذا خداوند کے وجود کی کوئی ماہیت نہیں اور اطلاق ماہیت ان پر
نہیں ہے۔ پس تمام موجودات یا ممکنات (POSSIBLE BEINGS) کا وجود، وجود مقید
(RELATIVE BEING) اور محدود ہے کیونکہ مخلوق ہے اور ماہیت سے وابستہ و آمیختہ ہے مزید
ہمارے حواس و ذہن میں تو صرف وجود مقید کی ماہیت ہی جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور اس وجود مقید

۴) اسفار اربعہ۔ سفر اول۔ جلد اول۔ ص۔ ۳۷ - ۳۸

کی حقیقت کے ادراک سے ہمارا ذہن عاجز رہتا ہے۔ تو پھر ہمارا ذہن وجود خداوند کا کیونکر ادراک کر سکے گا جبکہ وہ وجود مطلق ہے

وجود کا کوئی ضد وند نہیں۔ تمام اشیاء ایک وجود واحد کے احاطہ میں سموئی ہوئی اور ڈوبی ہوئی ہیں لیکن وجود کے مراتب ہیں۔ بعض اقوی بعض قوی۔ بعض ضعیف و بعض اضعف۔ چونکہ وجودِ خداوند مطلق ہے۔ لہذا وہ اس طبقہ بندی سے بھی برتر ہے۔ فقط وجود ممکنات میں ہم اس طبقہ بندی کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ پس عقول مجردہ کا وجود قوی ترین وجود ہے۔ اور ہیولیٰ یا مادہ اولیٰ (HYLE OR PRIME MATTER) کا وجود ضعیف ترین وجود ہے۔ الغرض دُنیا میں ہم لوگ ہر چیز کو اس کی ضد اور مخالف سے قیاس کر کے سمجھتے اور پہچانتے ہیں۔ پس چونکہ ہمارے وجود کا کوئی ضد و مخالف نہیں ہے۔ لہذا ہم نہ اپنے وجود کو دیکھتے ہیں اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ فقط ہم اپنی ماہیت کو دیکھتے ہیں۔ اور ماہیت ہی تمام تضاد و کثرت (MULTIPLICITY) کا منبع ہے۔ اور چونکہ ہم اپنے وجود مقید و ضعیف کو دیکھنے اور ادراک کرنے سے ہی قاصر ہیں لہذا ہم وجود خداوندی کو جو وجود مطلق ہے کیونکر دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں؟ وجود کا کوئی نام نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ اس آدمی کا وجود۔ اس درخت کا وجود۔ اس پتھر کا وجود۔ دیکھئے اطلاق وجود سب میں ایک ہی ہے اور یہ اختلاف اسماء ماہیت کی وجہ سے ہے۔ پس اشیاء وجود کے مرحلہ میں ایک ہیں اور ماہیت کے مرحلہ میں مختلف ہو جاتی ہیں۔

وجود خداوند وجود حقیقی و مطلق ہے اور وجود ممکنات وجود حقیقی کا محض سایہ، شعاع یا عکس ہے لہذا وجود مطلق کے مقابلہ میں وجود ممکنات کی کوئی حیثیت و اعتبار نہیں:

الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل ۔ و کل نعیم لا محالۃ زائل

اسی طرح وجود کے مقابلہ میں ماہیت کو کوئی اعتبار و حیثیت حاصل نہیں۔ وجود ہی ہے اس کا ظہور ہوتا ہے اور وجود کے سوا اس کا کوئی تحقق عینی نہیں۔ فقط ذہن میں اس کا تصور بدون وجود ہے۔ پس وجود حقیقت عینی ہے۔ مؤثر ہے بنا بر این اصیل ہے۔ اور ماہیت ایک امر عرضی و اعتباری ہے۔ آئندہ اس بارے میں تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

(مسلسل)